جلد ۱۶ | ہجرت ۱۳۵۴ ہش | شمارہ ۵

مئی ۱۹۷۵ء

تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آلِ عمران)

ماہنامہ انصاراللہ ربوہ

مجلس انصاراللہ مرکزیہ کا ترجمان

سالانہ بدل اشتراک
پاکستان آٹھ روپے
دیگر ممالک ایک پونڈ

فی پرچہ پچھتر پیسے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

ہجرت ۱۳۵۴ ہش

جمادی الاوّل ۱۳۹۵ھ - مئی ۱۹۷۵ء

ایڈیٹر
غلام باری سیف

قیمت سالانہ
آٹھ روپے

فی پرچہ
پچھتر پیسے

فہرست مضامین

ناشر . . . . . . چوہدری محمد ابراہیم

مطبع . . . . . ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقام اشاعت . . . . دفتر ماہنامہ انصار اللہ

دار الصدر جنوبی ربوہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جلد ۱۶ | ماہنامہ انصار اللہ ربوہ | شمارہ ۵

ہجرت ۱۳۵۴ ہش

(۱)

یہ قصے کہانیاں نہیں

قرآن کریم کے بارہ میں ایک اعتراض مخالفین نے یہ بھی کیا کہ یہ تو پہلوں کے قصے کہانیاں ہیں۔ اِنْ ھٰذَا اِلَّا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ۔ خدائے لم یزل کی اس آخری شریعت اور کامل کتاب میں بے شک فراعنہ، نمرود اور شداد کا ذکر ہے۔ اس میں یوسفؑ اور اس کے بھائیوں کا ذکر ہے۔ اس میں طوفانِ نوح میں غرق ہونے والوں کا بیان ہے۔ اس میں اصحابِ کہف پر جو غاروں میں بیتی اس کا ذکر ہے۔ اس میں یونس علیہ السلام اور اس کی قوم کا ذکر ہے۔ اس میں قوم لوط اور قوم ثمود کی تباہی کا ذکر ہے۔ اس میں مشرکین عرب اور یہود کا بھی بیان ہے۔

ایک زیرک اور سعید شخص کے لئے اس میں عبرت اور نصیحت ہے۔ السعید من وعظ بغیرہٖ خوش بخت ہے وہ شخص جو دوسروں پر گزری سے عبرت حاصل کرے۔ جاہ و اقتدار میں بدمست کے لئے عبرت ہے کہ دیکھو کتنے فراعنہ اور شداد اس دنیا میں انا ولا غیری کا ڈنکا بجاتے تھے۔ فرعون نے اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلیٰ کا نعرہ بلند کیا کہ میں تمہارا بڑا رب ہوں۔ اور نیل کی زرخیزی نے بجائے خدا کے آگے اسے جھکانے کے اس میں کبر پیدا کیا۔ وہ خدا کے کمزور بندے موسیٰ اور اس کی قوم پر کس طرح آلام کے پہاڑ توڑتا یُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَکُمْ وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَکُمْ وہ ان کے بیٹوں کو تہ تیغ کرتا اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رکھتا۔ بنی اسرائیل سے بیگار لیتا نہیں ہر طرح سے ذلیل کرتا۔ سورۃ یونس اور طٰہٰ کا مطالعہ کیجئے

وہ اپنے ملک کے کونے کونے سے موسیٰ کا مقابلہ کرنے کے لئے جادوگر اکٹھے کرتا ہے۔ اعلانِ عام کیا جاتا ہے وہ اپنے درباریوں اور خوشامدیوں کو ساتھ لیتا ہے۔ جادوگروں کو قرب کی لوری اور تھپکی دیتا ہے۔ خدا کے برعکس موسیٰ کو بھی حاضر کیا جاتا ہے۔ ساحروں کو طرح طرح کے لالچ دیئے جاتے ہیں انہیں نفسیاتی اور جذباتی دلائل سے قومی غیرت بھی دلاتا ہے کہ دیکھو دیکھو تمہارے باپ دادا کے خلاف تمہیں یہ سندیسہ سناتا ہے۔ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا (یونس آیت ۷۹) خدا کے بندے موسیٰ کو خدا کے وعدوں پر یقین ہے۔ وہ کہتے ہیں یہ تمہاری پُرفریب تدبیریں اور ملمع سازیاں میرا خدا بے اثر کر دے گا۔ فرمایا

مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ (سورۃ یونس آیت ۸۲)

ایک طرف صاحبِ اقتدار اقتدار کے نشہ میں بدمست ہے۔ دوسری طرف خدائی وعدوں پر بھروسہ کرنے والا بے بس موسیٰ ہے۔ ایک طرف درباریوں کے جھرمٹ میں جادوگروں کے لشکر کے ساتھ۔ سر پر مکٹ سجائے جس پر بیل کی تصویر تھی مصر کا فرمانروا ہے۔ دوسری طرف مظلوم و مقہور قوم کا تن تنہا نمائندہ موسیٰ ہے۔ فن کار شعبدہ باز اپنے فن سے لوگوں کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتے ہیں لیکن عصائے موسیٰ ان کے سب سحروں کو ملیامیٹ کر دیتا ہے۔ درباری آنکھیں ملنے لگ جاتے ہیں۔ جادوگروں نے یہ ماجرا دیکھا تو موسیٰ کے سامنے دوزانو ہو گئے۔ وہ پکار اٹھے۔ اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى (طٰہٰ آیت ۷۱) ہم ہارون اور موسیٰ کے رب پر ایمان لائے۔ فرعون کا خوف درباریوں کو توحید کی صداقت کا اقرار کرنے سے مانع رہا۔

فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِى الْاَرْضِ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ (یونس آیت ۸۴)

موسیٰ پر فرعون کی طرف سے بہت تھوڑے ایمان لائے۔ وہ ڈرتے تھے کہ موسیٰ انہیں مبتلائے آلام نہ کر دے۔ فرعون بہت سرکش اور حد سے بڑھ کر ظلم کرنے والا تھا۔

اس نے جادوگروں کو بھی دھمکی دے دی کہ مجھ سے اجازت لئے بغیر موسیٰ کے خدا پر ایمان لائے ہو فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِىْ جُذُوْعِ النَّخْلِ (طٰہٰ آیت ۷۲) میں تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹ کر رکھ دوں گا، تمہیں برسرِعام پھانسی

دونگا۔ تمہاری لاشیں لٹکتی رہیں گی تا دوسروں کو عبرت ہو۔

لیکن ایمان کی بھی کیا چاشنی ہوتی ہے۔ وہی جو فرعون کو کورنشیں بجالاتے ہوئے نمسکار کرتے ہوئے دربار میں اترے تھے اور کہتے تھے بعزۃ فرعون فرعون کی عزت سلامت رہے۔ اور ہاتھ ٹیکتے ہوئے یہ پوچھتے تھے ائنا لنا لاجراً ان کنا نحن الغٰلبین اگر ہم جیت گئے تو ہمیں کچھ انعام واکرام ضرور دینا۔ اب فرعون کی اس دھمکی کو خاطر میں نہیں لاتے۔ وہ صداقت پر فدا ہونے کے لئے تیار ہو چکے تھے۔ انہیں دولتِ ایمان نصیب ہو چکی تھی وہ فرعون کے منہ پر کہتے ہیں۔

فَاقْضِ مَا اَنْتَ قَاضٍ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا (طٰہٰ آیت ۷۳)

جو کرنا ہے کرلے۔ اس دنیا کی زندگی ہی ہم سے تو چھین سکتا ہے۔ اس کے علاوہ تیرے بس میں کیا ہے۔

ایک طرف اقتدار ہے دوسری طرف ایمان۔ ایک جانب دھمکیاں ہیں۔ دوسری جانب نظر خدا پر ہی ٹکٹکی ہے۔ ایک جانب قوت وشوکت ہے۔ دوسری جانب بے بسی ہے۔ ایک طرف لاؤلشکر اور درباری ہیں دوسری طرف تنہا بے کسی۔ آپ یہ بھی کہہ سکتے ہیں ایک جانب خالق کائنات اور قدیر وقادر خدا کا بندہ ہے۔ دوسری جانب انسانوں کے جھرمٹ میں دنیا کا کیڑا ہے۔ ایک جانب جتھے پر غرور کرنے والا ہے۔ دوسری جانب خدا پر توکل کرنے والا اور قرآن بیان کرتا ہے کہ مصر کی زرخیزی پر نازاں نیل کا فرمانروا اسی بے بس اور بے کس انسان موسیٰ کے سامنے غرقابِ نیل ہوتا ہے۔ اور جب موجِ نیل اس کے منہ میں داخل ہوتی ہے تو چلا اٹھتا ہے۔

اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ (یونس آیت ۹۱)

میں ان پتھروں اور ہزاروں کے خدا پر ایمان لایا۔ کتنا بے بسی کا یہ فقرہ ہے۔ لیکن قرآن بتاتا ہے کہ خدائے موسیٰ نے فرعون کو عبرت بنانے کے لئے فیصلہ سنایا

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً (یونس آیت ۹۳)

کہ فرعون! اب تیری لاش کو ہم محفوظ کریں گے تاکہ آنے والوں کے لئے تو عبرت کا موجب ہو۔

کیا ماضی کے اس واقعہ میں عبرت نہیں۔ کیا یہ واقعہ دل ہلا دینے والا نہیں۔ کیا یہ قصہ صاحبِ اقتدار کو ظلم پر کمربستہ ہونے سے نہیں روکتا۔ کیا یہ نشان آنکھیں رکھنے والوں کے لئے ایک سبق نہیں ہے۔ کیا یہ مظلوم ومقہور، ظلم وستم رسیدہ انسانوں کی ڈھارس نہیں بندھاتا۔ کیا خدا پر بھروسہ کرنے والوں کے لئے یہ ازدیادِ ایمان کا موجب نہیں۔

(۲)

جب سونا آگ میں پڑتا ہے...

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ○ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ○ (عنکبوت آیت ۳-۴)

کہ آزمائش و امتحان مومنوں کا ضرور ہوتا ہے اور اس کی غرض یہ ہوتی ہے تا دعویٰ صدق و وفا کی پرکھ ہو جائے۔ مومنوں پر ابتلا اور آزمائش انہیں تباہ و برباد کرنے کے لئے نہیں آتے۔ ان ابتلا اور آلام کی جلو میں ان پر انعاماتِ خداوندی کی بارش ہوتی ہے۔ وہ خدا کے قرب میں بڑھتے ہیں۔ انہیں رضائے باری کی خلعت نصیب ہوتی ہے۔ وہ خدا کے افضال کے نئے نظارے کرتے ہیں وہ اپنے خون میں قلم ڈبو کے اپنی تاریخ کے صفحات کو زینت بخشتے ہیں۔ وہ اپنی آنے والی نسلوں کے لئے عشق و وفا کی مشعل جلاتے ہیں۔ دیکھئے مامورِ زمانہ ان آزمائشوں کے بارہ میں فرماتے ہیں۔

”جن لوگوں کو ہم و غم دنیا نہیں پہنچتا اور جو بجائے خود اپنے آپ کو بڑے خوش قسمت اور خوشحال سمجھتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے بہت سے اسرار اور حقائق سے ناواقف اور ناآشنا رہتے ہیں۔“

(ملفوظات جلد سوم ص۱۹۹)

مولانا روم ایک حکایت بیان کرتے ہیں کہ ایک آتش پرست ظالم بادشاہ اپنے ملک میں آگ کی پرستش پر لوگوں کو مجبور کرتا تھا۔ اور اس کے لئے بہت سختیاں بھی کرتا۔ ایک روز ایک عورت لائی گئی کہ یہ آگ کو سجدہ نہیں کرتی۔ اس کی گود میں بچہ بھی تھا۔ اسے آگ کو سجدہ پر مجبور کیا گیا۔ جب وہ نہ مانی تو اس کا بچہ چھین کر آگ کے الاؤ میں پھینک دیا۔ ماں کی مامتا نے جب بچے کو آگ میں پڑتے دیکھا تو چلائی کہ اسے نکال دو میں سجدہ کرتی ہوں۔ اس پر مولانا روم لکھتے ہیں۔ اس بچے کو خدا نے زبان دی اور اس نے ماں کو مخاطب ہو کر کہا۔

اندر آ مادر ببیں برہانِ حق ؎ تا ببینی عشرتِ خاصانِ حق

مال باہر کھڑی تو گھبراتی ہے۔ آگ کے اندر آکر حق دیکھ خدا کے پیاروں کو اس میں کیا لذت آتی ہے۔

حدیث میں آتا ہے۔

یَوَدُّ اَھْلُ العَافِیَۃِ یَوْمَ القِیَامَۃِ حِیْنَ یُعْطٰی اَھْلُ البَلَاءِ الثَّوَابَ لَوْاَنَّ جُلُوْدَھُمْ قُرِضَتْ فِی الدُّنْیَا بِالْمَقَارِیْضِ۔

(ترمذی ابواب الزھد باب ماجاء فی ذھاب البصر)

کہ عافیت پسند قیامت کے دن جب دیکھیں گے کہ خدا کی راہ میں آزمائے والوں کو ثواب عظیم مل رہا ہے تو وہ خواہش کریں گے کاش ان کا چمڑا دنیا میں قینچیوں سے کاٹا جاتا۔

حسین علیہ السلام کی مظلومیت کا نتیجہ یہ نکلا کہ حسین علیہ السلام تاریخ اسلام میں ابدی زندگی پا گئے اور یزید کا لفظ گالی بن کے رہ گیا۔ مظالم کی چکی میں جب مومن کو پیسا جاتا ہے۔ تو وہ ابدی زندگی پا جاتا ہے۔ خدا اسے اپنی رحمت کی آغوش میں لیتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے۔ قیامت کے دن شہید خدا کے سامنے پیش ہوگا۔ اس کے خون کا رنگ خون کا ہوگا۔ لیکن اس میں سے خوشبو کستوری آئے گی۔ ایک ایسے ہی زمانہ میں جب احمدی مبتلائے آلام تھے۔ ہمارے امام حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا ؎

جب سونا آگ میں پڑتا ہے تو کندن بن کے نکلتا ہے
پھر گالیوں سے کیوں ڈرتے ہو دل جلتے ہیں جل جانے دو

بسا اوقات ایسا زمانہ بھی آتا ہے۔ مظلوم کو فریاد کی بھی اجازت نہیں ہوتی۔ وہ وقت ہوتا ہے جب مجیب الدعوات آسمان کے دروازے ان کے لئے کھولتا ہے۔ لوگ ٹھٹھے اور طعن و تشنیع کرتے ہیں۔ وہ سنتا ہے اور مسکرا کر اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہو جاتا ہے۔ وہ یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ۔ خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ کہنا آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اور ایک وقت ایسا آ جاتا ہے جب منزل کا یہ راہی اپنی منزلِ مقصود کو پالیتا ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اسی نظم میں مخاطب ہو کر جماعت کو فرماتے ہیں ؎

یہ زخم تمہارے سینوں کے بن جائیں گے رشکِ چمن اس دن
ہے قادرِ مطلق یار مرا تم میرے یار کو آنے دو

(۳)

بڑھے چلو۔

پچھلے شمارہ میں خدام الاحمدیہ کی تربیتی کلاس میں شمولیت کے لئے ہم نے لکھا تھا الحمد للہ ابراہیمی طیور اپنے نشیمن کی طرف مائل پرواز ہوئے۔ امسال پچھلے سال کی نسبت اٹھتر مجالس کے زیادہ نمائندے شامل ہوئے اور پچھلے سال سے پونے دو سو زیادہ خدام کلاس میں شامل ہوئے۔ اللہ انکو واپس جاکر اچھا کام کرنے کی توفیق دے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک وفد حاضر خدمت اقدس ہوا۔ کچھ روز رہ کر جب انہوں نے واپس جانے کی اجازت مانگی۔ تو آپ نے فرمایا اب جاکر پچھلوں کو یہ سکھاؤ۔

ہمارا فرض ہے کہ ہر جماعتی کام میں امام کی راہ نمائی میں ہمارا قدم آگے بڑھتا رہے۔ ہمارا ماٹو یہ ہے فاستبقوا الخیرات۔ بڑھے چلو مجاہدو بڑھے چلو۔

(۴)

قرآن جاننے والے

پچھلے دنوں سمندری میں آل پاکستان انٹر کالجیئٹ مباحثہ منعقد ہوا۔ ٹی۔ آئی کالج ربوہ کے احمدی بچوں نے اس مباحثہ میں اپنے کالج کی نمائندگی کی مباحثہ سے پہلے صدر اجلاس نے حاضرین میں سے کسی کو قرآن پڑھنے کے لئے کہا۔ لیکن حاضرین میں سے کوئی آگے نہ آیا۔ تب صدر اجلاس نے کہا۔ Mussalmanon میں سے ہی کوئی آجائے۔ اس پر ٹی آئی کالج کا ایک طالب علم عبد الخالق خالد اٹھا۔ صدر نے کہا عبد الخالق ٹی آئی کالج ربوہ تلاوت قرآن پاک کریں گے۔ تو اب حاضرین میں سے بعض نے آوازیں بلند کیں۔ یہ غیر مسلم ہے پہلے اسے مسلم کیا جائے۔ گویا وہی بات ہوئی نہ پڑھیں گے نہ پڑھنے دیں گے لیکن قرآن کی تلاوت اسی نوجوان کے نصیب میں آئی ؎

کامل اس فرقہ زہاد سے اٹھا نہ کوئی ؁ کچھ ہوئے تو یہی رندان قدح خوار ہوئے

اور شاید اسی نیکی کی برکت سے وہ اس مباحثہ میں سوم بھی آ گئے۔ احمدیو قرآن سیکھو کہ بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے اپنی کتاب کشتی نوح میں فرمایا ہے۔ "وہ لوگ جو قرآن کو عزت دیں گے آسمان پر عزت پائیں گے۔"

جون کے شمارہ کا معمہ: آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہمارے مہدی کی دو نشانیاں ہیں۔ چاند اور سورج کو رمضان کے مہینہ میں مقررہ تاریخوں میں گرہن لگے گا۔ ترجمان القرآن ۱۹ اپریل ۱۹۷۵ء ایک غلطی ہے جو آپ نے چھپائی ہے اس کا جواب اگلے شمارہ میں دیا جائیگا انشاء اللہ

ما آتاکم الرسول فخذوہ
وما نہاکم عنہ فانتہوا

آزمائش اور انعام

عن امّ سلمۃ رضی اللہ عنہا انّ النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم استیقظ لیلۃً فقال سبحان اللہ ماذا اُنزل اللیلۃ من الفتن ماذا اُنزل من الخزائن من یوقظ صواحب الحجرات ربّ کاسیۃٍ فی الدنیا عاریۃٌ فی الاٰخرۃ۔

(بخاری باب تحریض النبی علیٰ صلوٰۃ اللیل)

حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ایک رات بیدار ہوئے تو فرمایا سبحان اللہ آج رات کیا آزمائشیں نازل کی گئیں۔ کیا خزانے نازل کئے گئے۔ کوئی ہے جو حجرے والیوں کو جگائے۔ دنیا میں کئی لباس والیاں آخرت میں ننگی ہونگی۔

اس حدیث میں دو فقرے نہایت لطیف مضمون پر مشتمل ہیں۔ ایک ماذا انزل اللیلۃ من الفتن و ماذا انزل من الخزائن کہ آج رات کتنے فتنے نازل ہوئے ہیں اور کتنے انعامات اترے ہیں اور دوسرا فقرہ ربّ کاسیۃ فی الدنیا عاریۃ فی الاٰخرۃ کہ اس دنیا میں کئی لباس والیاں اگلے جہاں میں ننگی ہوں گی۔ ہر آزمائش کے ساتھ انعامات ہوتے ہیں بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ ہر آزمائش انعام ہوتا ہے کہ وہ وجہِ انعام باری بنتی ہے تو غلط نہ ہوگا۔ کیا خوب فرمایا کسی نے ؎

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ اند　∴　زیرِ آں گنجِ کرم بنہادہ اند

ہر آزمائش جو کسی قوم پر آتی ہے۔ اس کے نیچے رحمت کا خزانہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اپنے پیاروں کو جب آزماتا ہے۔ ان کا جب امتحان مصائب اور آلام سے لیتا ہے تو مقصد انکو تباہ کرنا نہیں ہوتا بلکہ انکو کچھ انعام دینا ہوتا ہے انکو روحانیت اور قرب خداوندی کے میدانوں میں آگے بڑھانا مقصود ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے انّ مع العسر یسراً کہ تنگی کے ساتھ کشائش ہوتی ہے۔ جب بادل گرجتا ہے تو بارش کی توقع ہوتی ہے۔ دردِ زہ بچہ کی پیدائش کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ اور دوسرا فقرہ یہ بتاتا ہے کہ کتنے اس دنیا میں فاخرہ لباس رکھنے والے اگلے جہان میں ننگے ہوں گے۔ کتنے اس جہان میں دولتمند اگلے جہان میں مفلس و قلاش ہوں گے۔ کتنے یہاں صاحب اقتدار اگلے جہان میں حسرت و یاس اور بے بسی کی تصویر ہوں گے۔ پس اگر دنیا کے جلنے کی فکر کریں اور وہاں لباس تقویٰ سے عاری ہوگا۔ اور وہی بہتر لباس ہے۔ یہاں کے خوش پوشو اگلے جہان کے لباس کا بھی کچھ فکر کرو۔

کلام الامام امام الکلام

وہ ہے میں چیز کیا ہوں (مسیح موعود)

فرمایا:-

"اگر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے نہ ہوتا اور آپ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی میں کبھی شرف مکالمہ ومخاطبہ ہرگز نہ پاتا۔ کیونکہ بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں" (تجلیات الٰہیہ صـ۲۵)

"میں قرآن شریف کا ایک خادم ہوں اور یہ وحی جو مجھ پر اترتی ہے۔ یہ قرآن شریف کی سچائی کا ایک روشن ثبوت ہے" (ملفوظات جلد نہم صـ۱۸)

"و واللہ ما حصل لی ھذا المقام الا من انوار اتباع الاشعۃ المصطفویہ۔" (الاستفتاء صـ۶۵)

ترجمہ:- اور خدا کی قسم مجھے یہ مقام حاصل نہیں ہوا مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نور کی شعاعوں کی پیروی سے۔

"ہمارے معجزات سب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات ہیں ہمارا اپنا کچھ نہیں"

(ملفوظات جلد ہشتم صـ۱۹۷)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم عربی کلام

تَذَکَّرْ دِمَاءَ الْعَارِفِیْنَ بِسُبْلِہٖ

یاد کر عارفوں کے خونوں کو جو اس کی راہ میں بہائے گئے۔

إِذَا قَلَّ دِیْنُ الْمَرْءِ قَلَّ اتِّقَاؤُہٗ ... وَیَسْعٰی إِلٰی طُرُقِ الشَّقَا وَیُزَوِّرُ

جب کسی کا دین کم ہو تو اس کا تقوےٰ بھی کم ہو جاتا ہے اور وہ شقاوت کی طرف دوڑتا ہے اور جھوٹ بناتا ہے

وَمَنْ ظَنَّ ظَنَّ السَّوْءِ بُخْلًا فَقَدْ هَوٰی ... وَکُلُّ حَسُوْدٍ عِنْدَ ظَنٍّ یُتَبَّرُ

جو بخل کی وجہ سے بدظنی کرتا ہے وہ گر جاتا ہے۔ ... اور ہر ایک حسد کرنے والا ہلاک کیا جاتا ہے۔

وَلَا یَعْلَمَنَّ أَنَّ الْمَنَایَا قَرِیْبَةٌ ... إِذَا مَا یَجِیْءُ الْوَقْتُ فَالْمَوْتُ یَحْضُرُ

اور وہ نہیں جانتے کہ موتیں قریب ہیں۔ ... جب وقت آتا ہے تو موت حاضر ہو جاتی ہے

وَهَلْ نَافِعٌ وَرْدُ التَّنَدُّمِ بَعْدَمَا ... دَنَا وَقْتُ فَارِعَةٍ وَجَاءَ الْمُقَدَّرُ

اور کوئی ندامت کی سرخی چہرے کو نفع نہیں دے سکتی ... جب موت کا وقت آجائے اور مقدر پورا ہو

أَلَا أَیُّهَا النَّاسُ اذْکُرُوْا وَقْتَ مَوْتِکُمْ ... فَلَا تُلْهِکُمْ غُوْلٌ خَبِیْثٌ مُخَسِّرُ

اے لوگو اپنی موت کا وقت یاد کرو۔ ... تمہیں نقصان رساں خبیث دیو غافل نہ کردے

وَقَدْ ذَابَتِ الصَّفْوَاءُ مِنْ بَیْتِ عُمْرِکُمْ ... وَمَا بَقِیَ إِلَّا جَمْرَةٌ أَوْ أَصْغَرُ

اور تمہارے گھر کا بنیادی پتھر پگھل چکا ہے۔ ... اور ایک انگارہ یا اس سے کمتر باقی رہ گیا ہے

وَمِشْمُ الْحِمَامِ سَیَحْمِلَنْکَ عَلَی الْمَطَا ... وَأَنْتَ بِأَمْوَالٍ وَخَیْلٍ تَفْخَرُ

اور موت کا تیز رو گھوڑا عنقریب تجھے اپنی پشت پر سوار کرکے لے جائیگا اور تیرا یہ حال ہے کہ تُو اپنے اموال اور گھوڑوں پر فخر کرتا ہے،

أَلَا لَیْسَ غَیْرَ اللّٰہِ شَیْءٌ مُدَوَّمٌ ... وَکُلُّ جَلِیْسٍ مَا خَلَا اللّٰہَ یُهْجَرُ

دیکھو سوائے خدا کے کوئی ہمیشہ نہیں رہے گا۔ ... اور سوائے خدا کے ہر ہم نشین جدا ہونے والا ہے

تَذَکَّرْ دِمَاءَ الْعَارِفِیْنَ بِسُبْلِہٖ ... أَلَمْ یَأْنِ أَنْ تَخْشٰی وَأَنْتَ مُحَرَّرُ

یاد کر عارفوں کے خون کو جو اس کی راہ میں بہائے گئے۔ ... کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تُو ڈرے کیا تو آزاد ہے

بامن از روئے محبت کار کن

محبت کی رُو سے مجھ سے پیش آ

اے قدیر و خالقِ ارض و سما
اے قادر اور آسمان کے خالق
اے رحیم و مہربان و راہنما
اے رحیم مہربان اور راہ دکھلانے والے

ایکہ مے داری تو بر دلہا نظر
اے وہ جو کہ دلوں پر نظر رکھتا ہے۔
ایکہ از تو نیست چیزے مستتر
اے وہ کہ تجھ سے کوئی چیز بھی چھپی ہوئی نہیں

گر تو مے بینی مرا پُر فسق و شر
اگر تو دیکھتا ہے کہ میں نافرمانی اور شر سے بھرا ہوا ہوں
گر تو دیداستی کہ ہستم بدگہر
اگر تو نے دیکھ لیا ہے کہ میں بدگہر ہوں۔

پارہ پارہ کن من بدکار را
تو مجھ بدکار کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈال
شاد کن ایں زمرۂ اغیار را
اور میرے دشمنوں کے گروہ کو خوش کر دے

بر دلِ شاں ابرِ رحمت ہا ببار
اور ان کے دلوں پر اپنی رحمت کا بادل برسا
ہر مرادِ شاں بفضلِ خود برار
اور اپنے فضل سے ان کی ہر مراد پوری کر۔

آتش افشاں بر در و دیوارِ من
میرے در و دیوار پر آگ برسا۔
دشمنم باش و تباہ کن کارِ من
میرا دشمن ہو جا اور میرا کاروبار تباہ کر دے

در مرا از بندگانت یافتی
لیکن اگر تو نے مجھے اپنے بندوں میں شمار کیا ہے۔
قبلۂ من آستانت یافتی
اور اپنی بارگاہ کو میرا قبلہ مقصود پایا ہے۔

در دلِ من آں محبت دیدۂ
اور میرے دل میں وہ محبت دیکھی ہے۔
کز جہاں آں راز را پوشیدۂ
کہ دنیا سے تو نے اس راز کو چھپایا ہے۔

بامن از روئے محبت کار کن
تو محبت کی رُو سے مجھ سے پیش آ۔
اندکے افشائے آں اسرار کن
اور ان اسرار کو تھوڑا سا ظاہر کر دے۔

حقیقۃ الجہاد

(مکرم و محترم مرزا عبد الحق صاحب ایڈووکیٹ سرگودھا)

(قسط نمبر ۳)

خلفائے راشدین کے زمانہ میں جنگ

خلفائے راشدین کے زمانہ میں بھی یہی صورت رہی۔ حضرت ابوبکرؓ جب خلیفہ ہوئے تو مدینہ دونوں ہمسایہ سلطنتوں فارس اور شام کا ہدف بن چکا تھا۔ کسریٰ پرویز نے تو اپنے یمن کے گورنر باذان کو یہ حکم بھی بھیجا تھا کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو گرفتار کروا کر حاضر کرے لیکن حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے گورنر کے قاصد کو فرمایا کہ جاؤ ہمارے خدا نے تمہارے خدا کو مار دیا ہے۔ اور اسی رات کسریٰ کو اس کے بیٹے نے مار دیا۔ اور بعد میں اپنے باپ کے حکم کو واپس لے لیا۔ اس واقعہ سے بھی ان لوگوں کے مقاصد کا پتہ چلتا ہے۔ عراق بھی اس وقت سلطنت فارس کے ایک صوبہ کے طور پر ہی تھا۔

رومی اور غسانی بھی ایک عرصہ سے مسلمانوں پر حملہ کی تیاریاں کر رہے تھے۔ یہ تیاریاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے آخری وقت میں شروع ہوئیں اور پھر زیادہ ہوتی گئیں۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کو ہر وقت یہ ڈر رہتا کہ وہ مدینہ پر حملہ نہ کر دیں۔ اس وجہ سے ان دونوں عظیم طاقتوں کا مقابلہ ان کے اپنے ملکوں میں جا کر کیا گیا۔ تاکہ مدینہ کی حفاظت کی صورت زیادہ پیدا ہو سکے۔ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں بالآخر ان پر فتح حاصل ہوئی اور اس طرح سے مسلمان ان کے شر سے محفوظ ہوئے۔

خلفائے راشدین کے بعد جو جنگ ہوئے ان میں بالالتزام ان اصولوں کو مدنظر نہ رکھا گیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق خلافتِ اسلامیہ نے جابر بادشاہوں کا رنگ اختیار کر لیا۔ لیکن اسلام کے پھیلنے کا موجب وہ جنگ نہ ہوئے بلکہ تبلیغ اسلام ہوئی جس کی تفصیل پہلی کتابوں میں بھی خاصی دی ہے۔ اور زمانہ حال میں سر ٹامس آرنلڈ نے اپنی مشہور کتاب "پریچنگ آف اسلام" میں درج کی ہے۔ بعض دفعہ چند بزرگوں کی تبلیغ سے بڑے بڑے علاقے مسلمان ہو گئے۔ شمالی افریقہ میں بربر قوم کے متعلق بھی اسی طرح ہوا وہ بھی بڑی سخت قوم تھی اور

کسی سے دشمنی نہ تھی۔ لیکن بعض بزرگوں نے ان کے علاقہ میں جاکر ڈیرہ لگالیا اور درویشانہ زندگی بسر کی۔ ان کے چال چلن ان کی دعاؤں، ان کی تبلیغ سے متاثر ہوکر ساری قوم مسلمان ہوگئی۔ ہلاکو خان نے اپنی طاقت سے بغداد میں مسلمانوں کا اتنا خون بہایا کہ بغداد کی گلیوں میں خون ہی خون نظر آتا تھا لیکن اس کی اولاد جلد ہی بعض بزرگوں کی تبلیغ اور نمونہ سے متاثر ہوکر مسلمان ہوگئی۔ جنوبی ہند۔ جاوا۔ سماٹرا۔ اور بیسیوں اور جگہوں میں اسی طرح اسلام پھیلا۔ جنگوں کے نتیجہ میں نہیں پھیلا۔ ورنہ مسلمانوں کی اتنی لمبی بادشاہت کے باوجود دہلی اور اس کے گردونواح بلکہ سارے ہندوستان میں مسلمانوں کی اتنی قلت نہ رہتی۔

ان سب تاریخی واقعات کے باوجود افسوس اور صد افسوس بعض مولوی صاحبان نے بھی اسلام کی اشاعت کو تلوار یا اسلامی فتوحات کی طرف منسوب کردیا اور اسلام کے خوبصورت چہرے پر ایک بدنما دھبہ لگانے کے موجب ہوگئے۔ غیروں نے تو ایسا کرنا ہی تھا افسوس تو اپنوں پر ہے۔ خدا کا دین اس بات کا محتاج نہیں تھا کہ اسے زور اور جبر کے ساتھ دلوں کے اندر داخل کیا جاتا۔ نہ ہی اس طرح کوئی چیز داخل ہوسکتی ہے۔ وہ تو اپنے روشن دلائل اور قاطع براہین اور خدائی نشانات کے ساتھ اثر انداز ہوتا ہے اور انسانوں کو خدا اور اس کے رسولؐ کے قدموں میں لا ڈالتا ہے۔

جہاد کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اعتراض کا جواب

حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ آپ نے جہاد بالسیف کو منسوخ کردیا ہے۔ یہ بات درست نہیں ہے۔ آپ نے جو کہا وہ یہ ہے کہ انگریزوں کی حکومت میں حالات ایسے نہیں کہ جہاد بالسیف واجب ہو اور جب تک وہ حالات موجود نہ ہوں جن میں جہاد فرض ہوتا ہے اس وقت تک یہ ملتوی رہے گا جن حالتوں میں جنگ فرض ہوجاتا ہے وہ اوپر بیان کی جاچکی ہیں۔ انگریزوں نے مذہب کے بارے میں جبر سے کام نہیں لیا۔ ہر شخص یہ آزادی رکھتا تھا کہ وہ جو مذہب چاہے اختیار کرے اور اس پر عمل کرے۔ سکھوں کے وقت میں اذان پر مسلمانوں کو مار دیا جاتا۔ ان کی مسجدیں ویران کردی جاتیں اور اسلام پر عمل میں سو قسم کی روکاوٹیں پیدا کی جاتیں۔ یہاں تک کہ اسلام مٹتا نظر آتا تھا اور مسلمان ذلیل ہو رہے تھے۔ لیکن انگریزی حکومت میں ایسی کوئی بات نہیں تھی اور سرکردہ مسلمانوں نے اس وقت اسے خدا تعالیٰ کی ایک نعمت جانا جس نے انکو پہلی ذلتوں سے نجات دی۔ ویسے یہ ضرور ہوا کہ کمزور قسم کے لوگوں نے دنیوی لالچ میں آکر اسلام کو چھوڑنے میں اپنا فائدہ دیکھا۔ لیکن یہ تو ہر حکومت کے وقت میں ہوتا ہے۔ یہ درحقیقت حکومت کا اتنا قصور نہیں ہوتا جتنا ان لوگوں کا جو لالچ اور دنیوی پوزیشن حاصل کرنے کے لئے ایسا کرتے ہیں۔

بہرحال حکومتِ انگریزی میں جبر کوئی نہیں تھا۔ لالچ کے سامان ضرور تھے جو عام طور پر ہوتے ہیں۔
جہاد کے علاوہ اسلام کے کئی اور احکام بھی شرائط کے ساتھ مشروط ہیں۔ حج استطاعت ہونے کی صورت میں ہی واجب ہوتا ہے۔ (استطاعت میں زادِ راہ، صحت اور راستے کا امن داخل ہیں) استطاعت نہ ہو تو واجب نہیں ہوتا۔ زکوٰۃ کسی قدر مال جمع رہنے پر واجب ہوتی ہے۔ روزہ بھی صحت کے ساتھ مشروط ہے۔ اسی طرح جہاد بھی ہے۔ چنانچہ علماء نے بھی اسے تسلیم کیا ہے۔ چند ایک مثالیں یہ ہیں۔ مولوی نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں:۔

"اسلام نے جب کبھی جہاد کی اجازت دی ہے مخصوص حالات میں دی ہے۔ جہاد ملک گیری کی ہوس کا ذریعہ تکمیل نہیں ہے ...... اس کے لئے امارت شرط ہے۔ اسلامی حکومت کا نظام شرط ہے۔ دشمنوں کی پیش قدمی اور ابتداء شرط ہے۔" (زمیندار ۱۴ جون ۱۹۲۶ء)

اہلحدیث کے بڑے لیڈر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی لکھتے ہیں:۔

"ایک بڑی بھاری شرط شرعی جہاد کی یہ ہے کہ مسلمانوں میں امام (خلیفہ) وقت موجود ہو۔ ...... مسلمانوں میں ایسی جمعیت حاصل وجماعت موجود ہو جس میں ان کو کسر شوکتِ اسلام کا خوف نہ ہو۔ فتح وغلبۂ اسلام کا ظن غالب ہو۔" (الاقتصاد فی مسائل الجہاد ص۳۱)

پھر آگے اسی کے ص۵۱ پر لکھتے ہیں:۔

"اس زمانہ میں شرعی جہاد کی کوئی صورت نہیں ہے۔ کیونکہ اس وقت نہ کوئی مسلمانوں کا امام موصوف بصفات و شرائط امارت موجود ہے اور نہ ان کو ایسی شوکت جمعیت حاصل ہے جس سے وہ اپنے مخالفوں پر فتحیاب ہونے کی امید کر سکیں۔"

خواجہ حسن نظامی صاحب لکھتے ہیں:۔

"جہاد کا مسئلہ ہمارے ہاں بچے بچے کو معلوم ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ جب کفار مذہبی امور میں حارج ہوں اور امام عادل جس کے پاس حرب وضرب کا پورا سامان ہو لڑائی کا فتویٰ دے تو جنگ ہر مسلمان پر لازم ہوجاتی ہے۔ مگر انگریز نہ ہمارے مذہبی امور میں دخل دیتے ہیں اور کسی کام میں ایسی زیادتی کرتے ہیں جس کو ظلم سے تعبیر کر سکیں۔ نہ ہمارے پاس سامانِ حرب ہے۔ ایسی صورت میں ہم ہرگز ہرگز کسی کا کہنا نہ مانیں گے اور اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالیں گے۔"

(رسالہ شیخ سنوسی ص۲ مؤلفہ خواجہ حسن نظامی صاحب)

یہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا :-

"فُرِنحَتْ ھٰذِہِ السُّنَّةُ بِرَفْعِ اَسْبَابِهَا فِی ھٰذِهِ الْاَیَّامِ" (حقیقۃ المہدی)

ترجمہ:- چونکہ اس زمانہ میں جہاد کے شرائط نہیں پائے جاتے اس لئے تلوار کی جہاد نہیں رہا۔

اک

اور پھر اسی رسالے میں فرماتے ہیں :-

"وَ اُمِرْنَا اَنْ نُعِدَّ لِلْکَافِرِیْنَ کَمَا یُعِدُّوْنَ لَنَا وَلَا نَرْفَعُ الْحُسَامَ قَبْلَ اَنْ نُقْتَلَ بِالْحُسَامِ" صفحہ ۱۹

ترجمہ:- ہمیں یہی حکم ہے کہ ہم کفار کے لئے اس قسم کی تیاری کریں جس طرح وہ ہم پر حملہ کے لئے کرتے ہیں اور ہم بھی ان پر تلوار نہ اٹھائیں جب تک وہ ہم پر تلوار نہ چلائیں۔

اور فرمایا :-

وَلَا شَکَّ اَنَّ وُجُوْہَ الْجِهَادِ مَعْدُوْمَةٌ فِی ھٰذِہِ الزَّمَنِ وَھٰذِہِ الْبِلَادِ (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۴۲)

ترجمہ:- اور اس میں کوئی شک نہیں جہاد کے وجوہات اس زمانہ میں اور اس ملک میں پائے نہیں جاتے۔

انہی وجوہات میں ایک وجہ دین کے بارے میں جبر ہے - وہ بھی اب نہیں رہا۔ چنانچہ ایک شعر میں آپ فرماتے ہیں ؎

اب کوئی تم پہ جبر نہیں غیر قوم سے
کرتی نہیں منع صلوٰۃ اور صوم سے

انگریزوں کے زمانہ میں سب بڑے بڑے علماء اور مسلمانوں نے انگریزی حکومت کو ایسا نہیں سمجھا کہ اس میں جہاد واجب ہوتا ہو۔ اس کے لئے حوالہ جات تو بے شمار ہیں ان میں سے چند ایک یہاں دیئے جاتے ہیں :- لیکن

حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ جو تیرھویں صدی کے مجدد تھے ان کی سوانح مولانا محمد جعفر تھانیسری نے لکھی ہے اس میں وہ لکھتے ہیں کہ ایک آدمی نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ انگریزوں کے ساتھ کیوں جہاد نہیں کرتے جو دین اسلام کے منکر ہیں۔ آپ نے فرمایا :-

"انگریز سرکار ~~انگریزی~~ گو منکر اسلام ہے مگر مسلمانوں پر ظلم ~~اور~~ تعدی نہیں کرتی اور نہ ان کو فرائض مذہبی اور عبادت لازمی سے روکتی ہے۔ ہم ان کے ملک میں اعلانیہ وعظ کہتے ہیں" کرلی

اور ترویجِ مذہب کرتے ہیں وہ کبھی مانع ~~یا~~ مزاحم نہیں ہوتی۔ ہمارا اصل کام اشاعتِ توحیدِ الٰہی اور احیائے سنن سید المرسلین ہے۔ سو ہم بلا روک ٹوک اس ملک میں یہ کام کرتے ہیں۔ پھر ہم سرکار انگریزی پر کس سبب سے جہاد کریں اور اصول مذہب کے خلاف طرفین کا خون بلاوجہ گرا دیں۔ یہ جواب باصواب سنکر سائل خاموش ہوگیا اور اصلی غرض جہاد کی سمجھ گیا۔" ~~(سوانح احمدی کلاں صفحہ ۷۱)~~ (حیات سید احمد شہید صفحہ ۱۷۱)۔

اس کے صفحہ ۱۳۹ میں لکھتے ہیں:۔

"سید صاحب کا سرکار انگریزی سے جہاد کرنے کا ہرگز ارادہ نہیں تھا وہ اس آزاد عملداری کو اپنی عملداری سمجھتے تھے۔"

مولانا محمد جعفر تھانیسری کے متعلق مولوی محمد علی صاحب جالندھری لکھتے ہیں:۔

"ہندوستان کی تاریخ میں اور سیاست میں کونسا طالب علم ہے جو کہ مولانا جعفر تھانیسری مولانا فضل حق خیرآبادی کے نام اور آزادی وطن کے لئے مساعی سے آشنا نہیں۔"

(آزاد ۱۷ اپریل ۱۹۵۰ء)

سو یہ سوانح احمدی لکھنے والے صاحب کوئی معمولی آدمی نہیں تھے کہ ان کے قلم سے کوئی بات سرسری طور پر نکل جاتی بلکہ آزادیٔ وطن کی مساعی کے لحاظ سے بہت معروف تھے۔ اور پھر دوسرا حوالہ تو حضرت سید احمد شہید کے اپنے زمانہ میں سے ہے۔ حضرت سید احمد شہید بریلوی کے شاگرد رشید حضرت اسمٰعیل شہیدؒ سے بھی کلکتہ میں یہی سوال کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا:۔

"ایسی بے رو ریا اور غیر متعصب سرکار پر کسی طرح بھی جہاد کرنا درست نہیں۔"

(سوانح احمدی کلاں صفحہ ۵۷)

سر سید احمد خان مرحوم نے اپنی مشہور کتاب "اسباب بغاوت ہند" میں ۱۸۵۷ء کے غدر کے متعلق ثابت کیا ہے کہ وہ جہاد نہیں تھا اور نہ ہی مسلمان شرعی طور پر انگریزوں سے جہاد کرنے کے مجاز تھے۔

اسی طرح اہلحدیث کے سربراہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے لکھا:۔

"ان دلائل سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ملک ہندوستان باوجودیکہ عیسائی سلطنت کے قبضہ میں ہے دار الاسلام ہے اس پر کسی بادشاہ کو عرب کا ہو خواہ عجم کا مہدی سوڈانی ہو یا حضرت سلطان شاہ ایران خواہ امیر خراسان ہو مذہبی لڑائی و چڑھائی کرنا ہرگز جائز نہیں۔"

(الاقتصاد فی مسائل الجہاد صفحہ ۱۶)۔

مولوی صاحب نے یہ رسالہ ۱۸۷۶ء میں تصنیف کیا اور لاہور سے پٹنہ تک سفر کر کے مختلف فرقوں کے اکابر علماء کا اس رسالہ کے ساتھ اتفاق حاصل کیا۔

اسی طرح مولوی صاحب لکھتے ہیں:-

"اہلِ اسلام کو ہندوستان کے لئے گورنمنٹ انگریزی کی مخالفت و بغاوت حرام ہے۔"

(رسالہ اشاعت السنۃ جلد ۶ نمبر ۱۰ صفحہ ۲۸۷)

پھر اسی جلد میں صفحہ ۲۹۳ پر لکھتے ہیں:-

"اس امن و آزادی عام و حسنِ انتظام برٹش گورنمنٹ کی نظر سے اہلحدیث ہند اس سلطنت کو از بس غنیمت سمجھتے ہیں اور اس سلطنت کی رعایا ہونے کو اسلامی سلطنتوں کی رعایا ہونے سے بہتر جانتے ہیں اور جہاں کہیں وہ رہیں اور جائیں (عرب میں خواہ روم میں یا اور کہیں) کسی اور ریاست کا محکوم و رعایا ہونا نہیں چاہتے۔"

آگے اسی جلد کے نمبر ۱۲ میں لکھتے ہیں:-

"بھائیو اب سیف کا وقت نہیں رہا۔ اب بجائے سیف قلم سے کام لینا ضروری ہوگا۔ مسلمانوں کے ہاتھ میں سیف کا آنا کیونکر ممکن ہے جبکہ ان کا ہاتھی مدارد ہے۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا جانی دشمن ہے۔ شیعہ سنی کو اور سنی شیعہ کو۔ اہلحدیث اہل تقلید کو۔ وعلیٰ ہذا القیاس ہر فرقہ دوسرے فرقہ کو اس نگاہ سے دیکھ رہا ہے۔" (صفحہ ۳۶۵)

(جرنیل کے سب سے بڑے دل ا...) (سید)

نواب صدیق حسن خان آف بھوپال۔ مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی، مولوی رشید احمد گنگوہی۔ مولوی اشرف علی تھانوی۔ مولوی عبدالعزیز مولوی محمد مفتی لدھیانوی کا بھی یہی مذہب تھا کہ "انگریزی گورنمنٹ کی مخالفت مسلمانوں کے لئے شرعاً حرام ہے۔" (نصرۃ الابرار مولفہ مولوی محمد مفتی لدھیانہ ۱۳۰۶ھ)

(در رسالہ ترجمان اہل سنت کراچی بابت جون [redacted] ۱۹۷۵ء میں اصل کتب کے فوٹو دیئے ہیں)

مولوی ظفر علی خان لکھتے ہیں:-

"ذمینداراور اس کے ناظرین گورنمنٹ برطانیہ کو خدا کا سایہ سمجھتے ہیں اور اس کی عنایات شاہانہ اور الطافِ خسروانہ کو اپنی دلی ارادت قلبی عقیدت کا کفیل سمجھتے ہوئے اپنے بادشاہ عالم پناہ کی پیشانی کے ایک ایک قطرہ کی بجائے اپنے جسم کے خون کا ایک ایک قطرہ بہانے کے لئے تیار ہیں اور یہی حالت ہندوستان کے تمام مسلمانوں کی ہے۔"

(زمیندار ۹ نومبر ۱۹۱۱ء)

"مسلمان ایک لمحہ کے لئے ایسی حکومت سے بدظن ہوتے کا خیال نہیں کر سکتے۔ اگر کوئی

*: سید احمد [redacted] مولوی (ج...) اسماعیل شہید دیوبندی کے راہنما تھے۔ مولانا خلیل احمد انبیٹھوی ~~...~~ ~~...~~ دیوبند۔ مولانا حالی۔ مولانا شبلی نعمانی۔ محسن علی بانی مسلم یونیورسٹی علیگڑھ۔ مولانا محمد اسحاق دہلوی۔ وغیرھم علماء

بدبخت مسلمان گورنمنٹ سے سرکشی کی جرأت کرے تو ہم ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں کہ وہ مسلمان مسلمان نہیں۔" (زمیندار ۱۱ر نومبر ۱۹۱۱ء)

علامہ سید علی حائری مجتہد العصر سربراہ شیعان لکھتے ہیں:۔ سید علی حائری

"ہم کو ایسی سلطنت کے زیر سایہ ہونے کا فخر حاصل ہے جس کی حکومت میں انصاف پسندی اور مذہبی آزادی قانون قرار پا چکی ہے۔ جس کی نظیر اور مثال دنیا کی کسی اور سلطنت میں نہیں مل سکتی۔ غور کرو کہ تم اسلام کی تبلیغ اور اشاعت کے لئے کیونکر بے خوف و خطر آزادی کے ساتھ آج سر میدان تقریریں اور وعظ کر رہے ہو۔ اور کس طرح ہر قسم کے سامان اس مبارک عہد میں ہمیں میسر آتے ہیں جو پہلے کسی حکومت میں موجود نہ تھے۔ گذشتہ غیر مسلم سلطنتوں کے عہد میں یہ حالت تھی کہ مسلمان اپنی مسجدوں میں اذان تک نہ کہہ سکتے تھے اور باتوں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ حلال چیزوں کے کھانے سے روکا جاتا تھا۔ کوئی باقاعدہ تحقیقات ہوتی ہی نہ تھی۔ ...... اس لئے میں کہتا ہوں کہ ہر شیعہ کو اس احسان کے عوض میں (جو آزادی مذہب کی صورت میں انہیں حاصل ہے۔) صمیم قلب سے برٹش حکومت کا رہین اور شکر گزار ہونا چاہیئے۔ اور اس کے لئے شرع بھی اس کو مانع نہیں ہے۔ کیونکہ پیغمبر اسلام علیہ و آلہ السلام نے نوشیروان عادل کے عہد سلطنت میں ہونے کا ذکر مدح و فخر کے رنگ میں بیان فرمایا ہے۔"

(موعظہ تحریف قرآن بابت ماہ اپریل ۱۹۲۳ء ۶۷/۶۸ شائع کردہ ینگ سوسائٹی خواجگان، رووال لاہور)

شمس العلماء مولانا نذیر احمد دہلوی فرماتے ہیں:۔

"کیا گورنمنٹ جابر اور سخت گیر ہے۔ توبہ توبہ ماں باپ سے بڑھ کر شفیق۔"

(مولانا حافظ نذیر احمد دہلوی کے لیکچروں کا مجموعہ مطبوعہ ۱۸۹۰ء)

ملک محمد جعفر خان جواب ایم۔این۔اے اور وفاقی وزیر پاکستان ہیں لکھتے ہیں:۔

"مرزا صاحب کے زمانہ میں ان کے مشہور منتقد مخالفین مثلاً مولوی محمد حسین بٹالوی۔ پیر مہر علی شاہ گولڑوی۔ مولوی ثناء اللہ صاحب اور سر سید احمد خاں صاحب سب انگریزوں کے ایسے ہی وفادار تھے جیسے مرزا صاحب۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانے میں جو لٹریچر مرزا صاحب کے رد میں لکھا گیا اس میں اس امر کا کوئی ذکر نہیں ملتا کہ مرزا صاحب نے اپنی تعلیمات میں غلامی پر رضامند رہنے کی تلقین کی ہے۔"

(احمدیہ تحریک ص۲۲۳ شائع کردہ سندھ ساگر اکاڈیمی لاہور)

الغرض الزامات سے دونوں اعتراضات کا جواب آ گیا۔ اس اعتراض کا بھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جہاد کو حرام

گیا اور اس اعتراض کا بھی کہ اس سے آپ کی غرض انگریزی حکومت کی وفاداری کی تلقین کرنی تھی۔ اس زمانہ کے علماء کی تحریرات سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تمام مسلمان متفق تھے۔ کہ انگریزی حکومت میں مذہبی آزادی ہونے کی وجہ سے جس میں تبلیغ اسلام کی آزادی بھی شامل تھی۔ ان کے ساتھ جنگ کرنا حرام تھا۔ اور ان کی وفاداری مذہبی فریضہ تھی۔ بڑے بڑے آزاد منش لوگوں نے بھی جیسا کہ مولانا ظفر علی خان تھے یہی سمجھا اور اسی کے مطابق عمل کیا۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی بھی یہی تھی کہ مسیح موعود یضع الحرب یعنی جنگ کو ساقط کرے گا کیونکہ اس کے وقت میں جنگ کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ اور مذہبی جنگ ملتوی رہے گی۔ حضورؐ کی یہ پیشگوئی بخاری میں موجود ہے۔ جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے یعنی قرآن کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتاب۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

کیوں بھولتے ہو تم یضع الحرب کی خبر ٭ کیا یہ نہیں بخاری میں دیکھو تو کھول کر
فرما چکا ہے سید کونین مصطفٰےؐ ٭ عیسٰی مسیح جنگوں کا کر دے گا التوا

گویا آپ نے التوائے جہاد کا فتوےٰ دیا ہے نہ کہ ہمیشہ کے لئے جہاد کی منسوخی کا۔

جہاد کی شرائط کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام پادری عماد الدین کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"اس نکتہ چین نے جو جہادِ اسلام کا ذکر کیا ہے اور گمان کرتا ہے کہ قرآن بغیر لحاظ کسی شرط کے جہاد پر انگیختہ کرتا ہے سو اس سے بڑھ کر اور کوئی جھوٹ اور افترا نہیں۔ قرآن شریف صرف ان لوگوں کے ساتھ لڑنے کا حکم فرماتا ہے۔ جو خدا کے بندوں کو اس پر ایمان لانے اور اس کے دین میں داخل ہونے سے روکتے ہیں۔ اور اس بات سے کہ وہ خدا کے حکموں پر کاربند ہوں اور اس کی عبادت کریں۔ اور وہ ان لوگوں سے لڑنے کے لئے حکم فرماتا ہے جو مسلمانوں سے بے وجہ لڑتے ہیں۔ اور مومنوں کو ان کے گھروں اور وطنوں سے نکالتے ہیں اور خلق اللہ کو جبراً اپنے دین میں داخل کرتے ہیں اور دینِ اسلام کو نابود کرنا چاہتے ہیں اور لوگوں کو مسلمان ہونے سے روکتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر خدا تعالےٰ کا غضب ہے۔ وَوَجَبَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْ يُّحَارِبُوْهُمْ اِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا اور مومنوں پر واجب ہے کہ ان سے لڑیں اگر وہ باز نہ آویں۔" (نور الحق حصہ اول ص۴۵)

اس میں آپ نے واضح طور پر فرمایا کہ صرف ایسا کرنے والوں کے ساتھ جنگ کرنا واجب ہے۔ اس زمانہ کے متعلق آپ نے فرمایا جس طرح باقی علماء نے بھی لکھا ہے کہ ایسے حالات موجود نہیں جو جنگ کو واجب کرتے ہوں اور

اس وجہ سے اس وقت جنگ کرنا حرام ہے۔ پس آپ کا یہ فتویٰ باقی علماء سے الگ نہیں بلکہ ان سب نے آپ ہی کی تائید کی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دوسرے خلیفہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ عنہ نے ۱۹۵۰ء میں مجلس مشاورت میں فرمایا:۔

"پس اب حالات بالکل مختلف ہیں۔ اب اگر پاکستان سے کسی ملک کی لڑائی ہو گئی تو حکومت کے ساتھ ہمیں لڑنا پڑے گا اور حکومت کی تائید میں ہمیں جنگ کرنی پڑے گی۔"

(رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۵۰ء صفحہ ۱۴)

"جب کبھی جہاد کا موقعہ آئے یا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ وَعِرْضِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ کے مطابق ہمیں اپنے اموال اور اپنی عزتوں کی حفاظت کے لئے قربانی کرنی پڑے تو ہم اس میدان میں بھی سب سے بہتر نمونہ دکھانے والے ہوں۔"

چنانچہ پاکستان کو جو جنگ پیش آئے ان میں احمدیوں نے اپنی جانوں اور اپنے مالوں کی قربانی خدا کے فضل سے باقی سب سے بڑھ کر پیش کی۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر یہ اعتراض بالکل بودا اور بے بنیاد ہے کہ آپ نے جہاد کو منسوخ فرمایا آپ نے منسوخ نہیں کیا بلکہ موجودہ حالات میں اسے جائز قرار نہ دے کر اسے اس وقت تک ملتوی فرمایا جب تک کہ جنگ کی شرائط پوری نہ ہوں۔ یہ شرائط جب پاکستان کے خلاف جنگوں میں پوری ہو گئیں تو جہاد کی فرضیت پھر قائم ہو گئی اور اس کے مطابق جماعت احمدیہ نے عمل کیا۔

یہ زمانہ درحقیقت جہادِ کبیر یعنی تبلیغ کا ہے۔ قلم سے اسلام پر ہر طرف سے اعتراض ہو رہے، کیا عیسائی، کیا آریہ سماجی، کیا منکرین الہام، کیا دہریہ، اور کیا فلاسفر سب نے بڑھ بڑھ کر اسلام اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم پر حملے کئے۔ ہر طرف سے اعتراضات کی بوچھاڑیں کی گئیں۔ گالیاں نکالی گئیں۔ یہ سب کچھ ضرور ہوا۔ لیکن تلوار سے کام نہ لیا گیا۔ سو ان کے خلاف بھی قلم کی ضرورت تھی نہ کہ تلوار کی۔ اور قلم کا جہاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وہ کیا کہ اس کی مثال تیرہ سو سال میں نہیں ملتی۔ آپ کی کتابیں عیسائیت اور آریہ سماجیوں وغیرہ کے خلاف اس جہاد سے بھری پڑی ہیں۔ آپ کی اسی سے کچھ زائد کتابیں ہیں اور سب ان اعتراضات کے دور کرنے اور اسلام کی عظمت اور ہمارے پیارے آقا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے روشن چہرے کو ظاہر کرنے اور قرآن کریم کے کلام الٰہی ثابت کرنے کے لئے تھیں۔ آپ کی سب سے پہلی کتاب براہین احمدیہ جس کے چار حصے آپ نے ۱۸۸۰ء سے ۱۸۸۴ء تک شائع فرمائے اسلام کی تائید میں ایسے روشن دلائل سے پُر ہے کہ سارے ملک میں اس کی بے حد تعریف ہوئی اور اہلحدیث کے سربراہ مولوی محمد حسین بٹالوی جیسے شخص نے بھی جو بعد میں شدید معاند ہو گیا یہ لکھا کہ ایسی اعلیٰ درجہ کی کتاب گزشتہ تیرہ سو سال میں تصنیف نہیں ہوئی۔ بعد کی کتابیں بھی ایک سے ایک بڑھ کر ہیں

"تلوار دلوں کو صاف نہیں کر سکتی لیکن ان کتابوں میں یہ خاصیت ضرور ہے۔ ہر تعصب سے دور ہو کر پڑھنے والا اسی نتیجہ پر پہنچتا ہے۔

آپ کی زندگی میں بھی آپ کے اس جہاد کا اعتراف کیا جاتا رہا۔ اور آپ کی وفات پر بھی اس کے متعلق بہت کچھ لکھا گیا۔ موخر الذکر میں سے صرف تین حوالے یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) اخبار کرزن گزٹ کے ایڈیٹر مرزا حیرت دہلوی نے لکھا:-

"مرحوم کی وہ اعلیٰ خدمات جو اس نے آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام کی کی ہیں۔ وہ واقعی بہت تعریف کی مستحق ہیں۔ اس نے مناظرہ کا بالکل رنگ ہی بدل دیا اور ایک جدید لٹریچر کی بنیاد ہندوستان میں قائم کر دی۔ بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے بلکہ محقق ہونے کے ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے آریہ اور بڑے سے بڑے پادری کو یہ مجال نہ تھی کہ وہ مرحوم کے مقابلہ میں زبان کھول سکتا۔ ...... اگرچہ مرحوم پنجابی تھا مگر اس کے قلم میں اس قدر قوت تھی کہ آج سارے پنجاب بلکہ بلندیٔ ہند میں اس قوت کا کوئی لکھنے والا نہیں۔ ..... اس کا پُرزور لٹریچر اپنی شان میں بالکل نرالا ہے۔ اور واقعی اس کی عبارتیں پڑھنے سے ایک وجد کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ اس نے ہلاکت کی پیشگوئیوں، مخالفتوں اور نکتہ چینیوں کی آگ میں سے ہو کر اپنا راستہ صاف کیا۔ اور ترقی کے انتہائی عروج تک پہنچ گیا۔"

(کرزن گزٹ مورخہ یکم جون ۱۹۰۸ء)

(۲) اسی طرح اخبار "وکیل" امرتسر (جس کے ایڈیٹر مولانا ابوالکلام آزاد تھے) نے لکھا:-

"وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر اور زبان جادو۔ وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا۔ جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں۔ وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا جو شور قیامت ہو کر خفتگانِ خوابِ ہستی کو بیدار کرتا رہا۔ خالی ہاتھ دنیا سے اٹھ گیا۔ (درحقیقت خالی ہاتھ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور اس کے فضلوں کے بے انتہا خزانے لے کر گیا خاکسار عبدالحق) ...... مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی رحلت اس قابل نہیں کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جائے۔ ایسے شخص جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔ یہ نازشِ فرزندانِ تاریخ بہت کم منظرِ عام پر آتے ہیں۔ اور جب آتے ہیں تو دنیا میں انقلاب پیدا کر کے دکھا جاتے ہیں۔ مرزا صاحب کی اس رفعت نے ان کے بعض دعاوی اور

بعض معتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو ہاں تعلیم یافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرا دیا ہے کہ ان کا ایک بڑا شخص ان سے جدا ہو گیا ہے۔ اور اس کے ساتھ مخالفین اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کا جو اس کی ذات کے ساتھ وابستہ تھی خاتمہ ہو گیا۔ ان کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض ادا کرتے رہے ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جائے:

. . . . . مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا۔ قبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے۔ اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ اس لٹریچر کی قدر و قیمت آج جبکہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے۔ ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے . . . . .
آئندہ امید نہیں کہ ہندوستان کی مذہبی دنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو۔"

(۳) رسالہ تہذیب نسواں" لاہور کے ایڈیٹر نے لکھا۔

"مرزا صاحب مرحوم نہایت مقدس اور برگزیدہ بزرگ تھے اور نیکی کی ایسی قوت رکھتے تھے جو سخت سے سخت دل کو تسخیر کر لیتی تھی۔ وہ نہایت باخبر عالم، بلند ہمت مصلح اور پاک زندگی کا نمونہ تھے۔ ہم انہیں مذہباً مسیح موعود تو نہیں مانتے۔ لیکن ان کی ہدایت اور رہنمائی مُردہ روحوں کے لئے واقعی مسیحائی تھی"

اس کے بعد یہ کہنے کی کس طرح گنجائش ہو سکتی ہے کہ آپ نے جہاد بالسیف کے متعلق جو تحریر فرمایا وہ انگریز کو خوش کرنے کے لئے تھا۔ آپ نے تو عیسائیت کے خلاف وہ جہاد کیا۔ کہ اس کی توفیق اور کسی کو نہ ملی بلکہ اس کے ہزارویں حصہ کی توفیق بھی کسی کو نہ ملی تو کیا جس قوم کو خوش کرنا مقصود تھا اس کے خلاف اس قدر جہاد کیا جا سکتا تھا آپ نے عیسائیت کے خلاف وہ دلائل تحریر فرمائے ہیں کہ درحقیقت قیامت تک عیسائیت اپنا سر نہیں اٹھا سکتی۔ اور اس کے مقابلہ میں اسلام کا بول بالا رہے گا۔ ہاں اس بات کی ضرورت ہے کہ جو دلائل حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مہیا فرمائے انکو صحیح طور پر استعمال کرنے والے زیادہ تعداد میں ہوں تا وہ عیسائیوں کے لئے ہدایت کا موجب ہوں اور انہیں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدموں میں لاکر ڈالیں۔

"جن لوگوں کو ہم و غم دنیا میں نہیں پہنچتا اور جو بجائے خود اپنے آپ کو بڑے ہی خوش قسمت اور خوشحال سمجھتے ہیں وہ اللہ تعالےٰ کے بہت سے اسرار اور حقائق سے ناواقف اور نا آشنا رہتے ہیں۔" (ملفوظات جلد ۳ صفحہ ۱۹۹)

ایک سوال اور اس کا جواب

ایک دوست نے ایک سوال تحریر فرمایا ہے۔ ذیل میں سوال اور اس کا جواب درج کیا جاتا ہے۔ (ایڈیٹر)

ایک دوست لکھتے ہیں:-

"ایک سوال کے متعلق میرے ذہن میں کافی الجھاؤ پایا جاتا ہے نوازش ہوگی۔ اگر آپ اس الجھن کا تدارک فرمائیں ہمیں عام طور پر یہ نصیحت کی جاتی ہے کہ مخالفوں کی شرارتوں تشدد اور مظالم کو خندہ پیشانی سے برداشت کریں اور ان کی زیادتیوں کا کوئی نوٹس نہ لیں۔ جبکہ دوسری طرف اسلامی تعلیم کا ماحصل یہ بتایا جاتا ہے کہ بدی کو سختی سے دور کرنا چاہیئے۔ اور جان مال یا اپنے حقوق کی حفاظت کرنا بھی عین فرض ہے اور اس کوشش میں اگر جان بھی چلی جائے تو وہ شہادت کی موت ہے۔ دوسری طرف حالات یہ ہیں کہ ہمیں خود حفاظتی تدابیر اختیار کرنے پر بھی ملزم گردانا جاتا ہے۔ کیا اقلیت و اکثریت طاقتور و کمزور کے لئے علیحدہ علیحدہ قوانین اور احکامات ہیں"۔

جواب:- آپ کا خط محررہ ۳/۲۵، ملا۔ جواباً عرض ہے کہ ایک بنیادی بات آپ یہ ذہن نشین کر لیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دور جمالی دَور ہے۔ خدا کے بعض مامور جمالی دَور کے حامل ہوتے ہیں اور بعض جلالی دَور کے مسیح موعود چونکہ مثیلِ مسیح ہیں۔ لہٰذا ان کا دَور جمالی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت میں اللہ تعالیٰ نے عملی طور پر غیر مسلموں کے اس اعتراض کا جواب دینا چاہتا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا۔ اس اعتراض کو تقویت پہنچائی ان نادان دوستوں نے جنہوں نے کہا کہ طاقت سے وہ کچھ ہوتا ہے جو قرآن نہیں کر سکتا۔ اور یہ کہ دلوں کے زنگ تلوار سے اترنے شروع ہوئے اللہ تعالیٰ آج دکھا رہا ہے کہ اسلام دعاؤں سے نیک نمونے سے اور اعلیٰ اخلاق سے پھیلتا ہے۔ قرآن کرام بررۃ نیک اور پاک لوگوں کے ہاتھ میں ہے۔ پس احمدیت جو اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا دَور ہے۔ دلائل سے دعاؤں سے اور قربانی سے پھیلے گی۔

وہ حدیث جس کی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے یہ ہے کہ تم میں سے جب کوئی برائی دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے دور کرے۔ اگر اس کی استطاعت نہیں تو زبان سے مٹائے۔ اگر اس کی بھی استطاعت نہیں تو کم از کم دل میں اسے برا سمجھے۔ اس سے صاف عیاں ہے کہ ہاتھ وہاں برائی کو روکنے کے لئے بڑھایئے جہاں ہاتھ اٹھانے

سے بُرائی دُور ہو سکے۔ اگر آپ کا ہاتھ اٹھانے سے وہ بُرائی دُور نہیں ہو سکتی تو ہاتھ نہیں اٹھانا چاہیئے۔ کیونکہ دوسری طرف ہمیں فتنہ اور بغاوت سے دُور رہنے کی تاکید ہے۔ ابوالکلام صاحب آزاد جنہیں کسی زمانہ میں امام الہند کا لقب یاروں نے دیا تھا اپنی کتاب "مسئلہ خلافت اور جزیرۂ عرب" میں لکھتے ہیں۔ اگر کوئی شخص بغاوت سے اپنے خون کو امیر کے لئے مباح کرتا ہے تو اس خون کا گناہ اس کی اپنی گردن پر ہے۔ پس ہمیں یہ دیکھنا چاہیئے کہ ہمارے عمل یعنی ہاتھ کے ہلانے سے وہ بُرائی دُور ہوتی ہے یا فتنہ بڑھ رہا ہے۔ اگر فتنہ پیدا ہوتا ہے تو ہمیں ہاتھ نہیں بڑھانا چاہیئے اور صرف زبان ہی کھولنی چاہیئے۔ اگر زبان کھولنے سے بھی وہ بُرائی دُور نہیں ہو سکتی تو پھر زبان کو بھی روک کر رکھنا چاہیئے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک صحابی نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا ما النجوٰۃ یا رسول اللہ اے رسولِ خدا نجات کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا امسک علیک لسانک ولیسعک بیتک و ابک علیٰ خطیئتک نجات یہ ہے کہ تو اپنی زبان کو تھام لے۔ اور گھر میں بیٹھے اور اپنے گناہوں پر ندامت کے آنسو بہائے۔

پس ان دونوں حدیثوں کو سامنے رکھ کر عقلِ سلیم سے موازنہ کیجئے۔ پھر ہاتھ یا زبان کو کام میں لائیے مبادا فتنہ کی پرورش ہو۔

یہ درست ہے کہ اسلامی حکومت کا یہ فرض ہے اور ہر مہذب حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ رعایا کی جان و مال کی حفاظت کرے۔ اس میں یہ استثنیٰ نہیں کہ اسلامی حکومت مسلمانوں کے جان و مال کی تو محافظ ہے مگر غیر مسلموں کی نہیں۔ سیدنا عمر فاروقؓ نے ایک بار ایک غیر مسلم بڈھے کو بھیک مانگتے دیکھا۔ وجہ دریافت کی تو معلوم ہوا کہ اس کے ذمہ جزیہ کی رقم لگایا ہے (جزیہ وہ ٹیکس ہے جو اسلامی مملکت میں غیر مسلموں سے ان کی جان و مال کی حفاظت کی وجہ سے لیا جاتا ہے) یہاں یہ بھی یاد رہے کہ اسلامی سٹیٹ میں مسلمانوں پر غیر مسلموں کی نسبت سے زائد ٹیکس ہے۔ زکوٰۃ کا ٹیکس مسلمانوں سے بشرح ہر سال گزرنے پر ۲½ فی صد لیا جاتا ہے۔ آپ نے اس پر اپنے عامل کو لکھا کہ یہ کیا ہے؟ اس کی جوانی میں ہم نے اس سے فائدہ اٹھایا۔ اب بڑھاپے میں اسے زمانہ کی گردشوں کے سپرد کر دیا۔ تم ہر مسلمان اور غیر مسلم کے گزارے کا انتظام کرو۔

پس بنیادی انسانی حقوق میں اکثریت اور اقلیت میں کوئی امتیاز برتنا اسلامی عدل کے خلاف ہے۔ اللہ تعالےٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ ان تحکموا بالعدل کہ مسلمانو! انصاف کے ساتھ حکومت جو حکومت رعایا کے تمام طبقات میں انصاف نہیں کرتی اور ان سے یکساں سلوک نہیں کرتی وہ حکومت

اسلام کی بنیادی راہنمائی کے خلاف عمل کرتی ہے۔

ہمیں والتوں کو بیدار ہوکر خدائے واحد کی زنجیرِ انصاف کو ہلانا چاہیئے۔ حدیث میں آتا ہے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انصار تم سے ایک وقت بے انصافی کی جائے گی۔ تمہارے حقوق تلف کئے جائیں گے۔ انصار نے عرض کی یا رسول اللہ اس وقت ہم کیا کریں۔ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اللہ کا حق ادا کرنا وسلوا اللہ العافیۃ اور اللہ سے عافیت طلب کرنا اور فرمایا حتّٰی تلقونی علی الحوض اور حوض کوثر پر مجھے ملنا۔ میں اس وقت تمام نا انصافیوں کا ازالہ کر دوں گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب خطبہ الہامیہ میں فرماتے ہیں۔ لہٰذا مسیح موعودؑ نے اپنی فوج کو اس ممنوع مقام سے پیچھے ہٹ جانے کا حکم دینا ہے۔۔۔ اور ممنوع مقام یہ ہے کہ بدی کا مقابلہ بدی سے کیا جائے۔ بدی کا مقابلہ بدی سے نہیں نیکی سے کرنا ہے۔

پس چاہیئے کہ ہماری ہوش جوش پر غالب رہے۔ خدا کرے میرا یہ جواب آپ کے لئے تسکین کا باعث ہو سکے ۔ والسلام

غلام باری سیف ایڈیٹر رسالہ انصار اللہ

اسلام عصرِ حاضر میں

مکرم جناب صوفی محمد اسحٰق صاحب فاضل بی۔ اے کے ایک انگریزی لیکچر "Islam in Modren Age" کا ترجمہ کچھ ترمیم و اضافہ کے ساتھ منشی نور حسین صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ منڈی مریدکے نے شائع کروایا ہے۔ یہ کتاب قیمتی مواد پر مشتمل ہے تبلیغی نکتہ نگاہ سے بھی مفید کتاب ہے۔ عمدہ کاغذ۔ خوبصورت ٹائیٹل۔ احباب کو یہ کتاب خود بھی پڑھنی چاہیئے۔ اور دوسروں کو بھی تحفہ کے طور پر دی جا سکتی ہے۔ ملنے کا پتہ چھوٹی برادرز دارالعلوم غربی ربوہ تاجران کتب ربوہ (۳) منشی نور حسین صاحب صدر جماعت احمدیہ منڈی مریدکے ضلع شیخوپورہ

بدی کا مقابلہ بدی سے نہ کیا جائے

ایک دوست کے استفسار کا جواب

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت مکرم جناب مولانا غلام باری صاحب سیف

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا پُراز معلومات خط ارسال کرنے پر بہت بہت شکریہ۔ یہ بالکل صحیح اور درست ہے کہ احمدیت کی ترقی اور فروغ۔ دلائل۔ دعاؤں اور قربانیوں سے ہوگا۔ احمدیت کی ترقی یقینی اور اٹل ہے۔ اور کوئی چیز اس کی راہ میں حائل نہیں ہوسکتی انشاء اللہ تعالیٰ

میرا اس وقت کا استفسار احمدیوں کی جان و مال عزت و آبرو کی نگہداشت کے متعلق ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی غرض دین کا احیاء اور شریعت کا قیام ہے۔ آپ شریعت کے کسی حکم کو منسوخ کرنے یا اس میں ردّ و بدل کرنے کے لئے مبعوث نہیں ہوئے۔ اب حکم قرآنی ہے کہ بدی کا بدلہ مساوی بدی ہے۔ دانت کا بدلہ دانت، کان۔ ناک۔ آنکھ وغیرہ کا بدلہ کان۔ ناک۔ آنکھ اور جان کا بدلہ جان ہے۔ ہاں ظلم اور تعدی سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے اوائل زمانہ میں عرب میں نہ کوئی حکومت تھی نہ آئین جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا دور دورہ تھا اس لئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی کمزوری کے دور میں صبر و تحمل اور خدائی مدد کے لئے دعا کرنے کے سوا چارہ نہ تھا۔ اس وقت شریعت یا کسی آئین کا نفاذ نہ ہوا تھا اس لئے حضور نے احکام الٰہی کے نزول سے قبل کفار کے ظلم اور تعدی کا کوئی نوٹس نہ لیا ہاں جب خدا نے دفاع کا حکم نازل کردیا تو آپ نے یہ فرض بے سروسامانی کے باوجود ادا کیا اور خوب خوب ادا کیا۔ اب موجودہ دور میں جب عملاً یہ ہے کہ حکومت مکان۔ دوکانیں اور املاک جلانے اور لوٹنے والوں کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھاتی۔ قاتلوں سے کوئی باز پرس نہیں کرتی۔ تو دوسرے لفظوں میں اس سے مطلب یہ ہے کہ جن کا نقصان ہوا انہیں بھی اسی طریق سے بدلہ لینے کا حق حاصل ہے۔ کیا وہ ان دشمنوں کے مکان اور دوکانیں نذر آتش نہیں کرسکتے۔ کیا ان پر قانون کا یا اخلاق کا کوئی دوسرا ضابطہ لاگو ہوتا ہے

اگر کہیں کہ قانون اس کی اجازت نہیں دیتا تو کیا قانون دو ہیں۔ ایک فریق کو اجازت دیتا ہے۔ دوسرے کو نہیں۔ جہاں تک مجھے علم ہے۔ ہر ملک کے قانون میں خود حفاظتی کا اختیار ہر فرد کو حاصل ہے۔ یہ قانون تو کہیں نہیں کہ چور چوری کرنے آئیں تو انہیں کہا جائے اھلاً و سھلاً و مرحباً آئیے اور جو کچھ درکار ہے لے جائیے۔ انسان کا فرض ہے کہ اپنی بساط کے مطابق اپنا دفاع کرے

ہم تبلیغ و اشاعت کے لئے تشدد یا طاقت کا استعمال نہیں کر سکتے۔ اور نہ اس کی اجازت ہے۔ مگر کیا خود حفاظتی کی بھی اجازت نہیں۔ یا کم از کم اتنا بھی نہیں کر سکتے کہ لوٹ مار۔ ڈکیتی کرنے والوں کے خلاف کوئی قانونی چارہ جوئی ہی کریں، عدالت و انصاف کا ہی دروازہ کھٹکھٹائیں۔

جواب کا منتظر ......

مکرمی

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

میں مرکز سے قریباً ایک ہفتہ باہر رہا۔ واپسی پر آپ کا خط پڑھا۔ یہ بھی درست ہے کہ العین بالعین والانف بالانف کہ آنکھ کے بدلہ میں آنکھ نکالی جائے اور ناک کے بدلہ میں ناک کاٹا جائے۔ لیکن یہ تعزیر کے احکام ہیں۔ اسے حکومت جاری کرے گی۔ کسی فرد کو باہم معاملات میں اپنے آپ اس قانون کو جاری کرنے کا حق نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ کفار کے بالمقابل ہے۔ تو بھی مسلمانوں کے لئے باہم از خود اس حق کا استعمال فتنہ کا دروازہ وا کرتا ہے۔ اور اسی آیت میں ہی یہ ہے فمن عفا و اصلح جو معاف کردے اور اصلاح کی خاطر ایسا کرے اس کا اجر خدا کے ہاں ہوگا۔ اور ہمیں درگذر کرنے اور بدی کا مقابلہ بدی سے نہ کرنے کا حکم ہے۔ آپ نے خود بھی یہ محسوس کیا اور اپنے خط میں بھی اس کا اظہار کیا ہے کہ بظاہر آج آئینی حکومت ہے لیکن دوکانیں جلائی جا رہی ہیں۔ املاک لوٹی جا رہی ہیں۔ لیکن اگر خود حفاظتی کو اختیار کیا جائے تو پابند سلاسل کیا جاتا ہے۔ پہلے کھلی چھٹی دی جاتی ہے اشتعال انگیزی کی۔ املاک لوٹنے کی۔ گھر بار جلانے کی اور یہ سب کچھ حکومت کی موجودگی میں ہوتا ہے۔ پھر سوائے اس کے کیا منطقی نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ سب کچھ انہی کی صوابدید پر کیا جاتا ہے۔ ایسے حالات میں ہم اپنے گھر کی حفاظت کرتے ہیں تو الٹا کیس ہم پر بنایا جاتا ہے۔ انہیں ہر غیر قانونی حرکت کرنے کا حق ہے کہ وہ اکثریت میں ہیں۔ لیکن ہمیں قانون کے تحت دفاع کا حق ہوتے ہوئے بھی یہ حق استعمال کرنے کا حق نہیں۔ ایسے میں سوائے خدا کے حضور شکایت کرنے کے اور کیا جا سکتا ہے۔ خدا کے پیاروں نے ایسے ہی مواقع پر کہا تھا متی نصر اللہ خداوندا تیری مدد کب آئے گی۔ اور انما اشکو بثی و حزنی الی اللہ

ہاں بعض اپنا حق استعمال کرتے ہوئے پھر نام نہاد اندھے قانون کے ستم بھی سہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا

حامی ذرا صبر ہو۔ لیکن میں تو یہی کہوں گا۔ یہ ظلم سہہ لیں اور تاریخ عالم پر ایسا نقش ثبت کر دیں کہ انسانیت کی جبیں عرق آلود ہو جائے اور وہ وقت آجائے کہ شرفاء مظلوموں کی حمایت میں بولنے لگ جائیں۔ اب بھی بفضلہٖ تعالیٰ شرفاء نے اسے محسوس کیا اور جب ہم ظلموں کا پڑھتے اور سنتے تھے۔ اب اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ خدا نہ کرے اسلام کی پیشانی کو مزید سیاہ کیا جائے۔ مجھے آج تک منیر انکوائری کا یہ فقرہ یاد ہے۔ جب انہوں نے ایک مولانا کو کہا تھا۔ ”خوب سیاہ کرو اسلام کا چہرہ“ اور مجھے امید ہے اسلام کی اخلاقی تعلیم بہرحال غالب آئے گی۔ اور ایک دن آئے گا جب مسلمان ان اخلاق کو اپنائیں گے۔ آپ نیک نمونہ اور صبر دکھلائیں۔ ہاں قانونی چارہ جوئی لوٹ مار کرنے والوں کے خلاف ہونی چاہیئے۔ لیکن میں عرض کروں گا یہ ہم نے کرنا ہے یا حکومت نے اور کیا حکومت نے ایسا کیا یا کرے گی؟ بہرحال اسلام نے یہ اصولی حکم دیا ہے۔ اور احمدیوں کو اس اصولی حکم کی اطاعت کرنی چاہیئے کہ قانون کو ہاتھ میں نہیں لینا۔ حکومت قانون کا خود احترام نہیں کرتی۔ ظالم کے ہاتھ کو نہیں روکتی۔ اور اگر کوئی قانون کے تحت ظالم کے ہاتھ کو روکتا ہے تو الٹا اسے پابند سلاسل کر دیتی ہے۔ اسے زیر الزام لے آتی ہے۔ تو اللہ تبارک تعالیٰ کے ہاں وہ جواب دہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی عدالت میں اس کا معاملہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا عدل زندہ ہے

والسّلام — خاکسار غلام باری سیف ۲۲/۳/۷۵

امتحان انصار اللہ سہ ماہی دوم

تاریخ امتحان ـ ۲۷/۲۹ احسان / جون

نصاب:- ۱۔ قرآن کریم پارہ ۱۶ ربع اوّل
۲۔ رسالہ سبز اشتہار
۳۔ خلافت کا مفہوم اور اس کی ضرورت
۴۔ مقام حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضور کے الہامات کی روشنی میں

رسالہ ”سبز اشتہار“ الشرکۃ الاسلامیہ ربوہ سے براہ راست طلب فرمائیں۔

(قائد تعلیم)

سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالےٰ سے عشق

اللہ تعالےٰ سے عشق } آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبت خدا سے ہی تھی۔ اس بات کی شہادت تو آپ کے اشد منافقین نے بھی دی۔ انہوں نے کہا عَشِقَ محمّد ربّہ کہ محمّد اپنے رب کا عاشق ہے۔ اس ذاتِ احدیت کے لئے آپ نے کیا کیا مصائب نہیں جھیلے۔ مختلف انبیاء نے اپنے محبوبِ حقیقی یعنی خدا کے عشق و محبت میں بہت راگ الاپے لیکن نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی عشق و محبت میں ڈوبی ہوئی مناجات کی کوئی مثال نہیں۔ آپ سوتے اور جاگتے سفر اور حضر میں خلوت اور جلوت میں آسائش اور تنگی میں خدا ہی کو پکارتے۔

آپ کی مناجات } آپ اپنی دعاؤں میں بھی خدا کی محبت طلب کرتے۔ آپ کی ایک دعا یہ تھی:-

"اے اللہ ہمیں اپنی محبت عطا کیجیو۔ اور اس کی بھی محبت جس سے آپ محبت کرتے ہیں۔ اور اس چیز کی محبت جو مجھے آپ کے قریب کر دے اور آپ کی محبت مجھے میری جان میرے اہل اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب ہو۔"

اس دعا سے یہ بھی ظاہر ہے کہ اللہ کی ہر محبوب شے سے بھی آپ محبت کرتے تھے کہ محبوب کی ہر چیز محبوب ہوتی ہے۔ آپ کی ایک مناجات یہ ہے۔

"تمام بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے۔ شر تیری طرف سے نہیں۔ میں تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اور تیری طرف متوجہ ہوں تو پاک ہے اور بلند ہے۔ میں تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں۔ اور تیری طرف لوٹتا ہوں۔

اے اللہ! میں تیرے حضور جھکا۔ تجھ پر ایمان لایا۔ تیرے سپرد اپنے آپ کو کیا۔ میری شنوائی اور میری بینائی اور میری ہڈیاں اور میرے اعصاب تیرے لئے جھک گئے۔

خدا سے مخاطب ہو کر دعائیں کرتے ہیں۔

"میرے مولا میں حاضر اور میری خوش قسمتی کہ مجھے تیرے حضور حاضر ہونے کا موقعہ ملا میں تیری پناہ میں آیا۔ میں تیری درگاہ میں آیا۔"

آپ اپنے ساتھیوں کو بھی یہی وصیت فرماتے کہ خدائے ذوالجلال والاکرام کی پناہ طلب کیا کرو۔

عشق باری تعالےٰ کے مختلف پہلو خدا سے عشق کا اس سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اس محبوب کی طرف سے جو کچھ آیا اس کی قدر کی۔ اگر نشاط آئی تو شکر کیا۔ اگر تنگی آئی تو اس کے حضور جھکے۔ صبر کیا۔ شکوہ نہیں کیا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں آپ نے کبھی کسی کھانے میں نقص نہیں نکالا۔ اور ایک واقعہ سنیئے۔

ایک بار افق پر غبار چھایا۔ آپ مضطرب ہو کر ٹہلنے لگے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ بادل آئے ہیں گھبرانے کی کونسی بات ہے۔ فرمایا ثمود کی قوم پر اسی طرح ہوا چلی تھی جس نے سب کچھ تباہ کر کے رکھ دیا تھا۔ اس کے بعد اندھیری دور ہوئی اور بارش برسنے لگی۔ باہر تشریف لائے۔ زبان پر بارش کا قطرہ لیا اور فرمایا میرے رب کی تازہ نعمت۔ اس محبوب کی طرف سے جو آیا اسے محبوب جانا۔ کوئی آزمائش آپ کو خدا سے دور نہ کر سکی۔ کوئی لالچ اس کے در سے نہ ہٹا سکا۔ مکہ میں ایک بار کفار قریش اکٹھے ہو کر ابوطالب کے پاس آئے۔ اور کہا اپنے بھتیجے کو آپ منع کریں وہ ہمارے بتوں کو برا بھلا کہتا ہے۔ ہم اب یہ برداشت نہیں کر سکتے۔ یا آپ ایک طرف ہو جائیں۔ ہم اس سے خود ہی نمٹ لیں گے۔ چنانچہ حضرت ابوطالب نے آپ کو بلایا اور کہا میرے بھتیجے۔ اب مجھ میں ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں۔ اور انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر اسے کسی عورت کی خواہش ہے۔ تو ہم عرب کی حسین ترین عورت اس کے عقد میں دینے کے لئے تیار ہیں۔ اگر وہ عرب کی ریاست چاہتا ہے۔ تو ہم اس کے سر پر عرب کا تاج رکھنے کے لئے تیار ہیں۔ وہ ہمارے بتوں کو برا بھلا کہنے سے باز آجائے۔ حضور نے یہ سب کچھ سنا سر کو کچھ دیر کے لئے جھکایا۔ پھر فرمایا چچا اگر وہ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی رکھ دیں۔ اور پھر کہیں کہ خدا کی توحید کے اعلان سے باز آجاؤں تو یہ نہیں ہو سکتا۔ بادشاہت کو اس ذاتِ احدیت کی خاطر ٹھکرا دیا۔ حسن و جمال کو خاطر میں نہ لائے۔ دھمکیاں آپ کو اس ذات سے الگ نہ کر سکیں۔

اُحد میں خدا کی عظمت کا نعرہ دوسرا واقعہ اُحد کا ہے۔ حضور جنگِ اُحد میں زخمی ہو چکے تھے۔ دشمن نے یہ سمجھ لیا کہ آپ شہید ہو چکے ہیں۔ ابوبکرؓ بھی شہید ہو چکے ہیں۔ عمرؓ بھی اس دنیا میں نہیں رہے۔ اب وہ اونچی ٹیکری پر کھڑے ہو کر یہ کہہ رہے تھے۔ کیا تم میں

محمدؐ ہیں ؟ ابوبکرؓ ہیں ۔ عمرؓ ہیں ۔ حضور نے فرمایا چپ رہو جواب نہ دو ۔ اس پر وہ یہ سمجھے کہ ہمارے جھوٹے خدا غالب آ گئے اور مسلمانوں کا خدا شکست کھا گیا اور انہوں نے نعرہ لگایا اُعْلُ ھُبَلْ ۔ ہبل بُت کی جے ۔ اس پر آپؐ نے فرمایا جواب کیوں نہیں دیتے ۔ صحابہؓ نے عرض کی حضور کیا جواب دیں ۔ فرمایا اللہ اعلیٰ واجل ۔ اللہ غالب اور بلند ہے ۔ خدا کو آپؐ کے سامنے کوئی یہ کہہ دے کہ وہ مغلوب ہو گیا ۔ خطرہ کی انتہائی حالت میں بھی یہ برداشت نہیں ۔ اس کے بعد انہوں نے کہا لنا العزیٰ ولا عزیٰ لکم ۔ ہمارا عزیٰ بت ہے اور تمہارے پاس کوئی عزیٰ نہیں آپؐ نے فرمایا جواب دو اور کہو اللہ مولانا ولا مولیٰ لکم ۔ ہمارا کارساز خدا ہے اور تمہارا کارساز کوئی نہیں ۔

اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ اپنے نفس سے بڑھ کر آپؐ کو خدا کے لئے غیرت تھی اس سے عشق تھا اس کو بُرا کوئی آپؐ کے سامنے کہے یہ برداشت نہ تھا ۔ ہر حالت میں اس کے نام کی عظمت کا اظہار آپؐ کی زندگی کا مقصود تھا ۔

ضلع جھنگ اور کراچی کے انصار متوجہ ہوں

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ نے ایک خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا تھا ۔

۱ ۔ "کراچی کی جماعت کے بچوں کو قرآن کریم ناظرہ پڑھانے کا کام میں مجلس انصار اللہ کے سپرد کرتا ہوں ۔"

۲ ۔ "ضلع جھنگ میں جو جماعتیں ہیں ان کے بچوں کو قرآن کریم ناظرہ پڑھانے کا کام مجلس انصار اللہ کے سپرد کیا جاتا ہے ۔"

حضور ایدہ اللہ تعالےٰ نے مندرجہ بالا ارشادات میں جو خدمت انصار اللہ کے سپرد کی ہے ۔ اس کا پورا کرنا ہمارا فرض ہے ۔ تمام زعماء اور زعماء اعلےٰ سے گزارش ہے کہ وہ اس طرف پوری توجہ فرمائیں ۔ ناظرہ پڑھانے کے علاوہ ترجمہ سکھانے کی ذمہ داری بھی ہر رکن انصار اللہ پر ہے ۔ اس لئے اپنی مساعی کا جائزہ لیں ۔ اور کام کے نتائج سے مرکز کو مطلع کریں ۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کو اپنی ذمہ داری ادا کرنے کی توفیق عطا کرے ۔ آمین

(قائد تعلیم)

مجھے اس یار سے پیوند جاں ہے

مجھے اس یار سے پیوند جاں ہے　　وہی جنت وہی دارالاماں ہے
بیاں اس کا کروں طاقت کہاں ہے　　محبت کا تو اک دریا رواں ہے
یہ کیا احساں ہیں تیرے میرے ہادی　　فسبحان الذی اخزی الاعادی

تری نعمت کی کچھ قلت نہیں ہے　　تہی اس سے کوئی ساعت نہیں ہے
شمار فضل اور رحمت نہیں ہے　　مجھے اب شکر کی طاقت نہیں ہے
یہ کیا احساں تیرے ہیں میرے ہادی　　فسبحان الذی اخزی الاعادی

تیرے کوچہ میں کن راہوں سے آؤں　　وہ خدمت کیا ہے جس سے تجھ کو پاؤں
محبت ہے کہ جس سے کھینچا جاؤں　　خدائی ہے خودی جس سے جلاؤں
محبت چیز کیا کس کو بتاؤں　　وفا کیا راز ہے کس کو سناؤں
میں اس آندھی کو اب کیونکر چھپاؤں　　یہی بہتر کہ خاک اپنی اڑاؤں
کہاں ہم اور کہاں دنیائے مادی　　فسبحان الذی اخزی الاعادی

صرف ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا ۔